ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

باصر سلطان کاظمی: غزل گو ایک مطالعہ

مسفرہ وحید

ایم۔فل اسکالر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

ڈاکٹر رخسانہ بی بی

(Correspondence Author)

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد

Abstract:

Basir Sultan Kazmi is a distinguished poet of Urdu ghazal who has crafted a unique poetic voice by harmonizing classical tradition with modern sensibility. His ghazal explore the complex emotions of inner and outer life, cultural decline, the experience of migration, and existential solitude with philosophical depth and symbolic expression. For Kazmi, love is not merely an emotion but a profound intellectual experience that unveils the intricate relationship between man, the universe, and time. His style is a beautiful fusion of simplicity and symbolism, allowing the reader to uncover layers of meaning beneath seemingly straightforward verses. This study examines the intellectual dimensions of his ghazal poetry and explores how he transformed the traditional ghazal into a medium of reflective dialogue.

باصر سلطان کاظمی ایک ہمہ جہت ادبی شخصیت ہیں۔ جو نہ صرف اپنی خوبصورتی اور حیرت انگیز شاعری کی وجہ سے جانے جاتے ہیں۔ بلکہ وہ ایک باصلاحیت ڈرامہ نگار اور گہری تنقیدی بصیرت کے حامل مستند نقاد بھی ہیں۔ جنہوں نے کلاسیکی روایت کو جدید حسیت کے ساتھ ہم آہنگ کرتے ہوئے ایک منفرد شعری لہجہ تخلیق کیا۔ ان کی غزلیں داخلی و خارجی زندگی کے پیچیدہ احساسات، تہذیبی زوال، ہجرت کے تجربات، اور وجودی تنہائی جیسے موضوعات کو فکری گہرائی اور علامتی اظہار کے ساتھ پیش کرتی ہیں۔ ان کے ہاں عشق محض ایک جذبہ ہی نہیں بلکہ ایک فکری تجربہ بن کر ابھرتا ہے، جس میں کائنات اور وقت کے باہمی رشتے دریافت کیے جاتے ہیں۔ باصر کاظمی کا اسلوب سادگی اور رمزیت کا حسین امتزاج ہے۔ جو قاری کو بظاہر سادہ اشعار کے پس منظر موجود تہہ دار معنویت سے روشناس کراتا ہے۔ یہ مطالعہ ان کی غزلیہ شاعری کی فکری جہتوں کا جائزہ لیتا ہے، اور اس بات کی تلاش کرتا ہے کہ کس طرح انہوں نے اردو غزل کو محض روایتی اظہار سے نکال کر ایک فکری مکالمے کی شکل دی۔

غزل اردو اور فارسی دونوں میں ایک مقبول ترین صنف مانی جاتی ہے۔ لغوی اعتبار اسے غزل کے معنی عورتوں سے باتیں کرنا یا عورتوں کی باتیں کرنا کے ہیں۔ اس کے علاوہ شکاری کتوں کے ہاتھوں زخمی ہو کر درد سے کراہنے کو بھی "غزل" کہا جاتا ہے۔

مولوی نجم الغنی غزل کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

> "لغت میں غزل جوانی جا حال بیان کرنے عورتوں کی صحبت اختیار کرنے اور عشق کا ذکر کرنے کو کہتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ ایک شخص عرب میں تھا۔ جس نے اپنی ساری عمر رند مشرقی اور عشق بازی میں گزار دی۔ اس کا نام غزلی تھا۔ ہمیشہ عشق و حسن کی تعریف کرتا تھا۔ سخن عاشقانہ کہتا تھا۔ پس ایسے اشعار کو جس میں حسن و عشق وغیرہ کا بیان ہو اس کے نام سے موسوم کر دیا۔ یعنی غزل کہنے لگے۔ مگر قول اول درست ہے"۔(1)

لغات کشوری میں غزل کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

> "وہ کلام جس میں عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف اور عشق و عاشقی کا ذکر ہو۔"(2)

اصطلاحاً اگر دیکھا جائے۔ تو اشعار کے اس مجموعہ کو غزل کہتے ہیں جس میں شاعر محبوب کے حسن و جمال اور زیبائی اور رعنائی کی تعریف و توصیف کرتا ہے۔ مگر موجودہ دور میں غزل ارتقاء کے اس مقام تک جا پہنچی ہے۔ جہاں اب قدیم اور فرسودہ معانی کا اطلاق نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے موضوعات میں وسعت اور بے کنارگی پیدا ہو چکی ہے۔

باصر سلطان کاظمی اردو غزل کے نمائندہ جدید شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ جنھوں نے روایت اور جدیدیت کو جوڑ کر ایک منفرد اسلوب تخلیق کیا۔ ان کا تعلق اردو کے معروف شاعر ناصر کاظمی کے خانوادے سے ہے۔ اور اسی نسبت نے ان کی شاعری میں فکری گہرائی اور جمالیاتی نزاکت پیدا کی ہے۔ باصر سلطان کاظمی کی شاعری میں غزل ایک زندہ، متحرک اور اظہار ذات کا وسیلہ بن سامنے آتی ہے۔ ان کی غزلوں میں داخلی کیفیات اور خارجی مشاہدات ایک منفرد توازن کے ساتھ ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ ان کا محبوب محض جمالیاتی پیکر نہیں بلکہ انسانی شعور، معاشرتی سچائیوں اور روحانی تجربات کا نمائندہ بن کر ابھرتا ہے۔ ان کی غزل میں استعمال ہونے والی علامتیں اور استعارات اکثر دوہری سطح پر معانی پیدا کرتے ہیں۔

ایک سطح وہ ہے۔ جو عاشق و معشوق کی روایتی فضا سے متعلق ہے۔ اور دوسری وہ سطح ہے جہاں یہ موضوعات وجودیاتی اور فکری معنویت اختیار کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر باصر سلطان کاظمی کی غزل میں "محبت"، "ہجر"، "وفا" اور وصال جیسے الفاظ صرف جذباتی تاثر نہیں دیتے، بلکہ یہ الفاظ زندگی کے پیچیدہ تضادات اور انسانی تجربات کی گہرائی کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔ ان کے اشعار میں یہ رجحان واضح ہے کہ روایتی غزل کے موضوعات کو عہد جدید کے فکری اور تہذیبی تناظر میں دوبارہ متشکل کیا جائے۔ وہ نہ صرف روایت سے جڑے ہیں بلکہ اسے ایک فکری مکالمے میں تبدیل کرنے کی بھی صلاحیت بھی رکھتے ہیں

باصر کاظمی کی شاعری میں سوز و گداز کا ایک اہم عنصر موجود ہے۔ باصر کی شاعری میں درد، تنہائی، انسانی کرب، کا ایسا حسین امتزاج پایا جاتا ہے جو براہ راست قاری کے دل کو چھو لیتا ہے۔ باصر کاظمی کے علاوہ دیگر شعراء نے بھی اس موضوع کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا۔ لیکن اس موضوع کی انفرادیت جو باصر کہ ہاں دیکھنے کو ملتی ہے وہ دیگر شعراء کی شاعری میں نہیں پائی جاتی۔ وہ غزل کے روایتی موضوعات کو جدید دور کے تناظر میں بیان کرتے ہیں اس حوالے سے شعر ملاحظہ کیجئے۔

کٹا سکتے نہیں انگلی بھی اب تو اس کی خاطر
کبھی ہم جان تک دینے کو تھے تیار دل سے
چہکتی بولتی دھڑکن ہوئی ویران کیوں کر
کوئی پوچھے کبھی آ کر میرے بیمار دل سے
اترتے ہیں کچھ اس کے دل میں بھی یہ دیکھنا ہے
لکھے ہیں میں نے تو یہ سب کے سب اشعار دل سے(3)

باصر اپنے تجربات کو جو کسی بھی انداز، کسی بھی رنگ کی صورت میں ملیں انہیں شاعری کے روپ میں کینوس پر سجا دیتا ہے۔ وہ مصور نہیں بن سکا۔ لیکن اسے شاعرانہ رنگوں کو کینوس پر بکھیرنے کا سلیقہ حاصل ہے۔ اس کی شاعری کے کئی رنگ کئی روپ ہیں۔ رومانوی شاعری کے رنگوں کے ساتھ ساتھ یہ آفاقی رنگ بھی اس کی شاعری کا حصہ ہیں۔ شعر ملاحظہ کیجئے۔

کچھ دکھائی نہیں دیتا تیرے سودائی کو
دل کے بجھتے ہی یہ کیا ہو گیا بینائی کو(4)

باصر کاظمی کے ہاں تشبیہ بہت ہی خوبصورت انداز میں بیان کی گئی ہے۔ وہ اپنے موضوعات کی وضاحت تشبیہ کے ذریعے کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کا یہی انداز ان کو عہد حاضر کے جدید شعراء میں مختلف بناتا ہے۔ باصر کاظمی کی شاعری میں تشبیہ کی چند مثالیں واضح کریں۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

سوئے بہت مگر کسی بیمار کی طرح
آرام بھی ملا ہمیں آزار کی طرح[5]

باصر کاظمی کی غزلوں میں لہجے کی سادگی اور زندگی کی باریکیوں کا مشاہدہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ انہوں نے جس موضوع پر بھی شعر موضوع کیے اسے بیان نہیں بننے دیا۔ بلکہ ہر اچھے شعر میں وہ تاثیر اور کیفیت موجود ہے۔ جو پڑھنے والے کو اپنے ساتھ لے کر چلتی ہے۔ اور اس کے لیے فکر کے نئے دروازے کھولتی ہے۔ اور باصر کہ ہاں ایسے اشعار کی تعداد کم نہیں ہے۔

غم برگد کا گھنا درخت
خوشیاں ننھے ننھے پھول[6]

باصر کاظمی نے چھوٹی بحروں میں بہت سادہ اشعار کہیے۔ بلا شبہ انہوں نے یہ فن اپنے والد محترم ناصر کاظمی سے سیکھا اور اس فن کو نہایت دلکش انداز میں پیش کیا۔ چھوٹی بحر میں ایسے دل فریب اشعار کہنا ہر سخن ور کے بس کی بات نہیں۔

عباس تابش اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

”جب باصر کاظمی غزل کہتے ہیں۔ خاص طور سے چھوٹی بحر میں تو شاعروں کو ان پر رشک آتا ہے۔“[7]

اس حوالے سے شعر ملاحظہ کیجئے:

طور جب عاشقانہ ہوتا ہے
وہ سنہری زمانہ ہوتا ہے
دل کسی کا کسی کے کہنے سے
کبھی پہلے ہوا نہ ہوتا ہے[8]

باصر سلطان کاظمی کی شاعری میں ہجرت محض ایک جغرافیائی یا تاریخی واقعہ نہیں بلکہ ایک داخلی اور تہذیبی کرب کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ ان کے اشعار میں ہجرت کا دکھ اس کی تنہائی، غریب الوطنی اور عدم تحفظ کا احساس گہری فکری سطح پر ابھرتا ہے۔

شعر دیکھیں:

باغ ایک ہم کو ملا تھا مگر اس کو افسوس
ہم نے جی بھر کے بگاڑا ہے سنوارا کم ہے[9]

باصر کی شاعری میں ہجرت، وطن سے دوری اور عدم تحفظ صرف وقتی جذبات نہیں. بلکہ ایک مستقل کیفیت ہے. جو غزل کی تخلیقی وجود کو شکل دیتی ہے. ان کی اشعار صرف غم یا دکھ کی پیشکش نہیں بلکہ ایک داخلی طلاطم ہے جو قاری کو جھنجھوڑتا ہے اور سماجی شعور کو جلا بخشتا ہے۔

”غریب الوطنی کا استعمال دیکھیے باصر کے ہاں لاکھ آسائشیں پردیس مہیا کر دے ہے غریب الوطنی پھر بھی غریب الوطن ہے۔“[10]

شاعر اپنے معاشرے کا حساس شخص ہوتا ہے۔ باصر بھی ایک حساس دل رکھتے تھے۔ انہوں نے بھی محبت کی اور ہجر و وصال اور شکوے شکایت کی کیفیات سے گزریں ہیں۔ کیونکہ محبت میں زبردستی نہیں ہوتی عاشق محبوب کی محبت میں طرح طرح کی تکالیف سے دوچار ہوتا ہے۔ اور اسے یہ سب کچھ صبر و تحمل سے برداشت کرنا پڑتا ہے اس مضمون کو بھی باصر نے اپنی غزلوں میں احسن انداز میں پیش کیا ہے اس حوالے سے ان کا ایک شعر دیکھیں:

اس قدر ہجر میں کی نجم شماری ہم نے
جان لیتے ہیں کہاں کوئی ستارہ کم ہے(11)

کیا کیا دکھائے رنگ مجھے تیرے ہجر نے
دریا بنا دیا کبھی صحرا کیا مجھے(12)

باصر کہ ہاں مختلف شعراء کی طرح رومانوی رنگ بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ مگر خاص منفرد انداز میں جس میں چاند کی ٹھنڈک بھی ملتی ہے۔ اور چاندنی کا سرور بھی۔
اس حوالے سے شعر دیکھیں:

چاند بھی آگیا شاخوں کے قریب
یہ نیا پھول کھلا پھولوں میں(13)

باصر کاظمی نے اپنی غزلوں میں جمہوریت اور آمریت کا ذکر کیا ہے۔ باصر سلطان کاظمی جمہوریت کے علمبردار ہیں انہوں نے آمرانہ نظام اور استبداد کی مخالفت کی اور محنت کشوں کے حقوق کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں۔
جمہوریت کے حوالے سے شعر:

ہو اقلیم شہنشاہی کے جمہوری ولایت
رعایا کی کبھی ہوتی نہیں سرکار دل سے(14)

آمریت کے حوالے سے شعر دیکھیں:

ہے خانہ دل بھی وہاں بت کدے کی شکل
غلبہ ہو جس زمین پہ کسی بادشاہ کا(15)

باصر سلطان کاظمی کو شطرنج سے بہت لگاؤ تھا۔ ان کا اس حوالے سے کہنا ہے۔
کہ اگر وہ شاعر نہ ہوتے تو وہ ایک ماہر شطرنج کے ایک ماہر کھلاڑی ہوتے۔ اس دشت کی سیاہی میں بھی انہوں نے عمر عزیز کا ایک حصہ صرف کیا۔ وہ خود رقمطراز ہیں:

کھلاڑی مجھ سے بہتر بیسیوں پیدا ہوئے ہیں
مگر شطرنج سے جو عشق مجھ کو تھا کسے تھا(16)

یہی بچائے گا تم دیکھنا میری بازی
بساط پر جو یہ ناچیز سا پیادہ ہے(17)

باصر نے بھی دیگر بہت سے شاعروں کی طرح ہجرت کی ہے۔ جس کا اثر ان کی شاعری میں دکھائی دیتا ہے باطل نے جس ہجر کی بات کی ہے وہ معاشی ہے۔ لیکن احساس میں ان کا اور ناصر کاظمی کا مسئلہ کم و بیش اپس میں ملتا ہے اس حوالے سے شعر ملاحظہ کیجئے:

کرتے ہیں نا ہم جو اہل وطن اپنا گھر خراب
ہوتے نہ یوں ہمارے جواں در بدر خراب(18)

باصر کاظمی کی شاعری میں مشاہدے کی دقت، تجربے کی گہرائی اور استدلال کا فلسفیانہ انداز اس درجہ نمایاں ہے کہ ان کے متعدد اشعار کلیے یا ضرب الامثال کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ جو نہ صرف ان کی فکری بالیدگی کا مظہر ہیں۔ بلکہ قاری کو دیرپا فکری تاثر بھی فراہم کرتے ہیں۔
مثال کے طور پر اشعار دیکھئے:

جو ہی تعلقات کسی سے ہوئے خراب
سارے جہاں کی اس میں ملیں گی خرابیاں
ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں آئینے کی طرح
ہو جائیں رو برو جو کبھی دو حسیں کہیں(19)

باصر نے محض اپنے نام پر والد ماجد کے ادبی ورثے کی تقلید پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اس روایت سے ہٹ کر اپنے فکری اور تخلیقی اظہار کے ذریعے ایک منفرد ادبی شناخت قائم کی۔ جو ان کی انفرادیت، تخلیقی محنت اور جانفشانی کا آئینہ دار ہے۔
باصر خود اپنی شخصیت اور فن کے بارے میں کہتے ہیں:

بنانی پڑتی ہے ہر شخص کو جگہ اپنی
ملے اگرچہ بظاہر بنی بنائی جگہ
باصر کی شخصیت بھی عجب ہے کہ اس میں ہیں
کچھ خرابیاں خراب کچھ اچھی خرابیاں(20)

باصر سلطان کاظمی کے ہاں صرف ہمیں غزل ہی نہیں ملتی بلکہ ان ہاں ہمیں نثر، نظم، ڈرامہ اور دوسری ادبی جہتیں بھی نظر آتیں ہیں۔ انہوں نے بہت کو بصورت انداز سے ان اصناف میں اپنا لوہا منوایا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ معاشرے کو ایک نئے انداز نئے رنگ اور نئی سوچ کے ساتھ ہمارے سامنے رکھا۔ باصر کی ادبی اس دور کے لیے ہی نہیں بلکہ آنے والے ہر دور کے لیے نئی سوچ کے در وا کرے گی۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

حوالہ جات

1۔ نجم الغنی رام پور، مولوی، بحر الفصاحت، جلد اول، 2011ء، ص155

2۔ تصدیق حسین، سید، لغات کشوری، لاہور: سنگ میل پبلی کیشن 198،، ص335

3۔ باصر سلطان کاظمی، شجر ہونے تک، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2015ء، ص99

4۔ باصر سلطان کاظمی، موج خیال سے بساط تک، ص203

5۔ باصر سلطان کاظمی، شجر ہونے تک، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ص96

6۔ ایضا، ص53

7۔ ایضا، ص312

8۔ ایضا، ص98

9۔ ایضا، ص93

10۔ ایضا، ص55

11۔ ایضا، ص93

12۔ ایضا، ص97

13۔ باصر سلطان کاظمی، موج خیال سے بساط تک، ص200

14۔ باصر سلطان کاظمی، شجر ہونے تک، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ص99

15، ایضا، ص105

16۔ ایضا، ص319

17۔ ایضا، ص100

18۔ ایضا، ص318

19۔ ایضا، ص93

20۔ ایضا، ص93

References:

Najm-ul-Ghani Rampuri, Maulvi. *Bahr-ul-Fasahat*, Vol. 1, 2011
Syed Tasdiq Hussain. *Lughat-e-Kashwari*. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1980
Basir Sultan Kazmi. *Shajar Honay Tak*. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2015
Basir Sultan Kazmi. *Mauj-e-Khayaal Se Bisaat Tak*
Basir Sultan Kazmi. *Shajar Honay Tak*. Lahore: Sang-e-Meel Publications
Basir Sultan Kazmi. *Mauj-e-Khayaal Se Bisaat Tak*
Basir Sultan Kazmi. *Shajar Honay Tak*. Lahore: Sang-e-Meel Publications